

ہر فرعون نے راموسی، ہر کمالے رازوال

پروفیسر خورشید احمد

جس طرح فرعون نے انسا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگایا تھا مگر ذلت کی موت مرا اسی طرح برطانیہ کے شاہ لوئی چہار دہم (xiv) نے دعویٰ کیا تھا کہ "I am the State" لیکن وہ اور اس کی سلطنت جلد ہی قصہ پارینہ بن گئی۔ آج کے فرعون اور لوئی بھی اُسی زبان میں بات کر رہے ہیں اور اپنے حشر سے بے خبر ہیں۔ ہم امریکا کی قیادت اور اس کے عزائم پر مسلسل تنقید کر رہے ہیں اور درپیش خطرات کا پورا شعور رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ تبدیلی کی ان لہروں پر بھی نظر ضروری ہے جو غالب نظام اور مغرور حکمرانوں کو چیلنج کر رہی ہے۔

یہ رد عمل عوامی سطح پر تو اول روز سے موجود ہے لیکن اب مقتدر حلقوں میں بھی اختلافی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئی ہیں جو استبدادی قوتوں کے لیے زوال کے آغاز کی علامت ہیں۔ ۱۱/۹ کمیشن کی کارروائیوں اور رپورٹوں نے امریکی قیادت کے دعوؤں کا پول کھولنا شروع کر دیا ہے۔ پارلیمنٹ کی مختلف کمیٹیاں امریکا اور برطانیہ میں پالیسیوں کے پائے چوہیں کی نشان دہی کر رہی ہیں۔ صحافی اور اہل قلم اب کھل کر بات کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈھائی سال کے جیس بیس کے بعد امریکا کی عدالت عالیہ نے گوانتانامو بے کے قیدیوں کے سلسلے میں پہلا اہم فیصلہ دیا کہ ان کے حق دفاع کو مستقلاً معطل نہیں رکھا جاسکتا اور عدالت نے اپنے فیصلے میں اس اصول کا بھی اعادہ کیا ہے کہ ”جنگ ہو یا دہشت گردی کا خطرہ انتظامیہ کو لوگوں کو ان کی آزادیوں سے محروم رکھنے کی کھلی چھٹی نہیں دی جاسکتی“۔ عدالت نے اس کیلئے کو بھی بیان کیا ہے کہ:

"A state of war is not a blank cheque for the president".

حالت جنگ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صدر جو چاہے کرے۔

عوامی سطح پر صدر جارج بش کی قبائلی شاہانہ کوتاہ تار کرنے کا نام ایک بہت ہی غیر متوقع انداز میں ہو رہا ہے۔ ایک مشہور فلم ساز اور آسکریاوارڈ حاصل کرنے والے اداکار مائیکل مور (Michael Moore) نے ایک دستاویزی فلم بنائی ہے جسے امریکا (ہالی ووڈ) کے وال ڈزنی نے تو جاری کرنے سے انکار کر دیا مگر فرانس کے کینز کے میلے کو اس نے لوٹ لیا۔ اب یہ فلم امریکا اور یورپ میں دکھائی جا رہی ہے۔ اس کا عنوان ہے فارن ہائنٹ ۹/۱۱ (Fahrenheit 9/11)۔ اس فلم میں جارج بش کا اصل چہرہ اور استعماری کردار نیز سعودی حکمرانوں سے ان کی اور ان کے خاندان اور ساتھیوں کے تعلقات کی پوری داستان بیان کی گئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ اس امریکی حکمران ٹولے نے اپنے سامراجی مقاصد اور دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے کس طرح ۹/۱۱ کو استعمال کیا ہے۔ اس کا ایک مرکزی کردار وہ بد نصیب ماں ہے جس نے اپنے بیٹے کو اپنا پیٹ کاٹ کر فوج میں بھرتی کرنے کے لیے تیار کیا اور جسے وہ اپنا سہارا سمجھ رہی تھی مگر کس طرح عراق کی جنگ نے اسے بے سہارا کر دیا۔ یہ ایک ماں کی نہیں پوری امریکی قوم کی کہانی ہے۔ انٹرنیشنل ہیڈلڈ ٹریبیون کے کالم نگار پال کروگمین (Paul Krugman) کے الفاظ میں یہ فلم اپنی ایک گونہ جانب داری کے باوجود ۹/۱۱ اور اس کے بعد کے کھیل کے بارے میں ان حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے جن سے امریکی عوام کو بے خبر رکھا گیا تھا۔

یہ ان لیڈروں کے بارے میں ضروری سچائی بیان کرتی ہے جنہوں نے ایک قومی ایسے کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا اور جس کی قیمت ایک عام امریکی نے ادا کی۔ (انٹرنیشنل ہیڈلڈ ٹریبیون، ۵ جولائی ۲۰۰۴ء)

ارجنٹائن کا صدر ہیوگو شاوز (Hugo Chavez) سوال کرتا ہے کہ:

"Who gave the United States a whistle to be the world's referee?"

امریکا اپنی تمام چابک دستی اور اثر و رسوخ کے باوجود اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے امریکی فوجوں کو جنگی جرائم سے مستثنیٰ رکھنے کی قیادت میں نظر نہیں کر سکا اور آخری وقت پر اسے

اس قرارداد کو واپس لینا پڑا۔ امریکا کی ساری کوشش کے باوجود اسرائیل کو جنگ کی عالمی عدالت میں منہ کی کھانی پڑی اور ۱۵ مئی سے ۱۴ جوں نے (صرف امریکی جج نے فیصلے سے اختلاف کیا) فلسطینیوں کی زمین پر آہنی باڑ بنانے کو خلاف قانون قرار دیا اور اسے منہدم کرنے کا مطالبہ کیا جس کی توثیق اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بھی بھاری اکثریت سے کر دی ہے۔

امریکی فوج کے کچھ باضمیر افسر جو عراق سے واپس آئے ہیں صدر بش کی پالیسیوں کی ناکامی کا برملا اعتراف کر رہے ہیں۔ ۸۲ آرڈر ڈویژن کا ایک افسر اعتراف کرتا ہے کہ صدر بش کے Mission Accomplished اور عراق کی مبینہ آزادی کے اعلان کے بعد جو کچھ ہوا وہ مشن کی تکمیل نہیں بلکہ قتل و غارت گری کی نئی دوڑ کے سوا کچھ نہیں۔

ایک دفعہ پھر ہر طرف جنگ کی کیفیت تھی لیکن اس دفعہ آپ کا مقابلہ سول مزاحمت کاروں سے تھا۔ ہم عوام سے لڑ رہے تھے۔ ہر گھر، ہر چھت، ہر مکن، ہر اسکول کا میدان ایک مورچہ بن گیا تھا۔ ایک چیک پوائنٹ پر ایک نوجوان لڑکی نے کسی خوف کے بغیر مجھ سے بہترین انگریزی میں کہا: اگر میں تم کو قتل کر سکتی تو ایسا ضرور کرتی۔

فلوجہ نے مجھے جنگ اس تناظر میں دکھائی۔ اگر ہم پورا شہر بھی روند کر رکھ دیتے اور اس کو ایک کھنڈر میں تبدیل کر دیتے، تب بھی ہم جیت نہیں سکتے تھے۔ (فریڈرک ایف کلیرمونٹ: Faluja: A New Beginning بہ حوالہ: اکا نو مک اینڈ پولیٹیکل ویلکی، ۳ جولائی ۲۰۰۴ء)

کلیرمونٹ کے الفاظ میں فلوجہ میں جو کچھ ہوا ہے اگر کسی مثال سے بیان کیا جاسکتا ہے تو وہ اسٹالن گراڈ ہے جس نے دوسری جنگ کا رخ بدل دیا۔

اسٹالن گراڈ سے مقابلہ اس لیے مناسب ہے کہ وہ بھی جنگ میں ایک فیصلہ کن موڑ (turning point) تھا۔ فلوجہ عوامی شعور کے ایک نئے دور کا آغاز تھا جس میں صدام اور بعثی نظریہ بے معنی ہو گیا۔ مرد اور عورت، شیعہ اور سنی، عیسائی اور کُرد سب شانہ بشانہ لڑے۔ یہ ایک نیا قومی شعور ہے جو مذہبی، اجتماعی اور سیاسی تفریقات سے بالا ہے۔

طرح ناکام ہوئی۔ فلوجہ اس جدوجہد کی استعمار دشمن نوعیت کی علامت تھا۔ یہ عرب دنیا میں ایک نیا عنصر ہے اور آج قوم کی حرکی خصوصیت ہے۔

اب امریکی دانش ور یہ سوچنے اور کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ صدر بش اور ان کے ساتھیوں کا سارا کھیل ناکام رہا ہے۔ اس سلسلے میں مشہور دانش ور اور کالم نگار نکلسن کرسٹوف (Nicklson D. Kristof) کا مضمون "The Arrogance of Power" بہت چشم کشا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

اگر صدر بش اپنی عراقی مہم کو بچانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے تجویز ہے: جارج ٹینٹ جیسے سی آئی اے کے خوشامدیوں کے ساتھ کم وقت گزاریں اور زیادہ وقت الجزیرہ ٹیلی ویژن دیکھیں۔

بش انتظامیہ کے خفیہ اطلاعات کے نظام کا مرکزی عنصر یہ نہیں تھا کہ یہ مناسب تعداد میں ٹیلی فون ٹیپ کرنے میں ناکام رہا، بلکہ یہ تھا کہ اس نے عراق یا وسیع تر عرب دنیا کے ذہن (mindset) کو سمجھنے کی پروا نہیں کی اور اب بھی نہیں کر رہا۔

صدر بش اور ان کے طائفے کے ذہن کی یہ عکاسی مبنی بر حقیقت ہے لیکن ستم بالا سے ستم کہ مسئلہ محض صدر بش کا نہیں عرب اور مسلم ممالک کے حکمرانوں کا بھی اس سے مختلف نہیں۔ اور مزید بد قسمتی ہے کہ خود ہمارے حکمران بھی اسی مرض کا شکار ہیں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فتح کے ڈھول پیٹ رہے ہیں۔ یہ سب ہی اپنے عوام کے جذبات، احساسات اور عزائم سے لا تعلق ہیں اور آج کے نیرو (Nero) کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس پر بھی کیا یہ سب یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان کا حشر بھی نیرو کے حشر سے مختلف ہوگا؟

اعداد و شمار کی صحت کا مسئلہ

شماریات (Statistics) کی بحیثیت ایک علم عمر اب ۱۰۰ سال سے زیادہ ہے۔ اس زمانے میں زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں قابل اعتماد اعداد و شمار کی اہمیت بے انتہا بڑھ گئی ہے